شیعہ سوسائٹی لکھنؤ کا ساتواں رسالہ
۱۹۳۹ء

ذکر حسین علیہ السلام سے مدح ثلاثہ کے تصادم کا راز

شیعہ سوسائٹی لکھنؤ یہ رسالہ امام الہند حجۃ الاسلام
مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ دام ظلہ کے نام پر
معنون کرتی ہے سرکار موصوف کی مسلسل قربانیاں
تبرا ابلیسین کے سلسلہ میں ہمارے تصور سے بالا ہیں

مولانا محمد علی کاموں پوری سکریٹری شیعہ سوسائٹی جوہری محلہ عقب
کوتوالی چوک کوٹھی نواب محمد رضا صاحب لکھنؤ
(نے)
سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا

مقدمہ

ظلم واستبداد کے پہاڑوں کو چکنا چور کرنے کے لئے دنیا میں سب سے بڑی اور آخری قربانی حسینؑ نے یزید کے مقابلہ میں پیش کی۔ یہ قربانی اسقدر اہم اور بیش قیمت ہے کہ اس کا چرچا جس قوم میں بھی ہوگا وہ خواہ کتنا ہی مردہ کاہل سست رفتار اور غیر منظم ہو اس میں زندگی کی لہروں کا دوڑنا۔ طاقت و توانائی، استقلال، جوانمردی، صبر و استقامت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ شیعہ کسی نہ کسی شکل میں حسینؑ سے وابستہ رہے جو بقا کا سرچشمہ اور ابدی زندگی کا ناخدا تھا اسلئے جو طاقت ان سے ٹکرائی وہ فنا ہوگئی اور یہ ہمیشہ کامیاب رہے۔ حسینؑ کے واقعہ نے کمزوردل کو توانا اور زور آوروں کو بے دم کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ جفا شعار ظلم دوست بادشاہوں اور حکومتوں کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ اسوقت تک اپنی ظالمانہ زندگی کو پُرلطف نہیں بنا سکتے جب تک فضاء عالم میں حسینؑ کا ماتم گونج رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے حسینؑ کے نام کو مٹانے کی ہر دور میں کوشش کی گئی۔ سنہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حسینؑ کی قبر کو نابود کرنے اور حسینیوں کو تہ تیغ کرنے میں کوئی تدبیر اٹھا نہیں رکھی۔ خصوصاً عاشور کے روز تمام مخالف قوتیں متحد ہوکر کام کرنے لگی تھیں۔ سنہ ۴۰۲ھ میں فخر الملک ابو غالب وزیر نے عاشور کو کرخ کے ماتمداروں سے کیا سلوک کیا۔

اہل بصرہ نے عید غدیر کے مقابلہ میں ۲۶ ذی الحجہ کو عید غار اور عاشور کے مقابلہ میں ۱۸ محرم کو مصعب ابن زبیر کا یوم ماتم منانا چاہا آج اسی مقصد کو دیگر طرح صحابہ کو ذکر حسینؑ کے مٹانے کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔

محترم ابوالفاروق نے نہایت ضروری بحث کو چھیڑا ہے اس سلسلہ میں وہ ضرور شکریہ کے مستحق ہیں۔ سید محمد علی فقیہ فاضل الٰہ آباد یونیورسٹی

سکریٹری شیعہ سوسائٹی جوہری محلہ عقب کوتوالی چوک کوٹھی نواب محمد رضا صاحب

مدح ثلاثہ کا اصل مقصود ذکر حسینؑ کو بند کرنا ہے

(از مولانا ابوالفاروق الواسطی الامروہوی ، بریلی)

مسلمانوں میں جو گروہ ابتدا سے خاندان رسالت اور اہلبیتؑ عصمت و طہارت کا سخت ترین معاند اور دشمن چلا آتا ہے، اسکی جانب سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اُن خاصان خدا کے جو عدیم النظیر فضائل و مناقب آیات قرآنی اور احادیث رسولِ یزدانی سے ظاہر ہوئے ہیں ان کو جس طرح ممکن ہو دنیائے اسلام سے مخفی کیا جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے مختلف عنوانات اختیار کیے گئے، اور ایک مکمل سازش کے ماتحت قوم کے ایسے اعلیٰ ترین متعصب اور اشد الناس مگر بااثر اور مقتدر اشخاص کو چُنا گیا جو آیات قرآنی کو توڑ موڑ کر "تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ"[1] کے تمام سوفسطائی طریقوں اور وضع احادیث اور اخفائے حق کے تمام ابلہ فریب ہتھکنڈوں سے کام لینے میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ایسے نام نہاد ضمیر فروش مفسرین و محدثین کی لگاتار جد و جہد اور حکومتوں کی سعی بلیغ سے فاسد علی الفاسد کے بڑے بڑے عالیشان قصر تعمیر ہوگئے اور عوام کی فریب ہی کے لئے دفتر کے دفتر تیار کر دئے گئے لیکن

---

(۱) متکلم کے قول کی ایسی تفسیر جس سے خود متکلم راضی نہ ہو۔

باانیہمہ انھیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان تمام بے شمار تدبیروں اور مسلسل کارروائیوں کے باوجود وہ اپنے مقصد میں آج تک ذرا کامیاب نہیں ہو سکے۔

ان کی تمام امیدوں اور آرزوؤں پر سردبانی ڈالنے والی ایک چیز تھی جو اندر ہی اندر ان کے باطل کوش منصوبوں پر ایک ضرب کاری لگا رہی تھی اور ان کی کمر کو بری طرح توڑتی ہوئی "موتوا بغیظکم" کے عذاب میں انھیں مبتلا کر رہی تھی۔ جب کبھی اس بھیانک چیز کا تصور ہوتا تو یکلخت ہجوم یاس میں گھبرا کر چونک اٹھتے اور "یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم" کا ہولناک منظر ان کے پیش نظر ہو جاتا تھا۔

درحقیقت وہ ہمت شکن اور ہیبت ناک چیز ان کی نگاہوں کے سامنے کربلا کا وہ عظیم الشان اور قیامت خیز سانحہ تھا جو ۶۱ھ ہجری میں دن دوپہر ظہور میں آیا۔

اس عہد کے صحابہ اور تابعین اور کثیر التعداد گروہ مسلمین یہ جو سب کے سب "کنتم خیر امۃ" اور "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" کے ممتاز اور نامور افراد تھے۔ ایسے وقت میں جب کہ غیر اسلامی طرز حکومت کے مسلسل حدات و بیداد اور ظلم و استبداد کے نقوش پر انجام کار ایک بقولہ عام صحابی کی قائم کردہ خلافت اسلامی نے حقیقی اسلام کو صفحہ ہستی سے کلیتاً نابود کرنے کا بیڑا اٹھا لیا تھا۔ کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ نکلی جو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو

بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل کر دشمنِ اسلام خلیفۂ وقت کا مقابلہ کرتی
یا کم از کم اس کے خلاف عدمِ تعاون کی آواز بلند کرکے "تامرون بالمعروف
وتنھون عن المنکر" کا فرض انجام دیتی۔ اس کے برخلاف سوادِ اعظم کے
اس ہجومِ غفیر کی جانب سے پورے جوش و خروش اور حسنِ عقیدت کے ساتھ اسلام کش
حکومت کا خیر مقدم کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کی صحیح ترین
روایت کے مطابق عبداللہ بن عمر صحابی کی جانب
سے ایک بھرے جلسہ میں بڑے شد و مد کے ساتھ ان مسلمانوں سے
تبرا کیا جو اس معاندِ اسلام کی خلافت کی بیعت سے باہر تھے یا اسکی بیعت
کو توڑنے والے تھے۔

اسلام اس وقت انتہائی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں دم توڑ رہا
تھا، اور قریب تھا کہ توحید و نبوت کی ٹمٹماتی ہوئی شمع بادِ مخالف کے جھونکوں
سے طرفۃ العین میں گُل ہو جائے، اور نبی عربی کا لایا ہوا دین خود مدعیانِ
اسلام کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو کر ہمیشہ کے لئے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے
لیکن اسی نبوت کے بیت الشرف کی ایک ذمہ دار اور درد مند شخصیت کی
طرف سے بقائے اسلام کے لئے موجودہ ننگِ اسلام خلافت کی پُر زور
مخالفت میں ایک ہمہ گیر آواز بلند ہوئی، جو بالآخر کربلا کے میدان
میں اس ذبحِ عظیم کی طرف منتج ہوئی جس کی خدا نے ذبحِ اسمٰعیل کے
قصہ میں "وفدیناہ بذبح عظیم" کہکر خبر دی ہے۔

حسین ابنِ علی بن ابی طالب نے بیک وقت اپنی اور اپنے اقربا و

رفقا و اطفال کی بے نظیر اور معرکہ خیز قربانیوں کے ذریعہ سے جنھوں نے اسلام کے وسیع حدود میں منفردانہ شان کے ساتھ بحیثیت مجموعی قرآن کی پیشگوئی "یقتلون و یقتلون" کو آفتاب نیمروز کی طرح سچا کر دکھایا، معاویہ کی بنا کردہ خلافت یزیدی کو غلط اور باطل ثابت نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی اُن تمام غیر اسلامی اور خود ساختہ اصولوں کو بھی پاش پاش کر دیا جو اجماع و استخلاف و شوریٰ اور قہر و استیلاء کے ناموں سے پیغمبر اسلام کے صحیح جانشینوں کے تعین و تقرر کے لئے بطور شرائط خاصہ و عامہ کے اختراع کیا گیا تھا۔

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے اس محیر العقول اور بے پناہ مظاہرہ کے بعد محمد و آلِ محمد کے چھپے اور کھلے ہوئے دشمنوں کے پاس اب کوئی ایسا اطمینان بخش حربہ اور مکر و حیلہ باقی نہیں رہا تھا جو ان کی اختیار کردہ اور عجیب طبع خلافتوں اور ان کے بنیادی اصولوں کی حمایت و حفاظت کا کفیل ہوتا۔ ان کی مذہبی زندگی کی بیخ و بنیاد خود رسول اللہ صلعم کے فرزند اور حقیقی جانشین کے ہاتھوں بالکل منہدم اور مستاصل ہو چکی تھی اس لئے انھیں فکر تھی کہ کم از کم ناحق شناس اور ظاہر بین نگاہوں کے سامنے اس کا ایک ظاہری وجود باقی رکھنے کے لئے کچھ ایسے وسائل تلاش کیے جائیں جو انھیں نظر خطرات سے کسی حد تک انھیں محفوظ و مصئون رکھ سکیں۔

بالآخر مسلسل دیوانہ وار تفحص و تجسس نے انھیں بتایا کہ ان کی بنا کردہ عمارت کا قیام اور بقا منحصر ہے "نکات ثلثہ" میں یا ان میں سے کسی ایک میں۔

ا۔ سب سے پہلا نکتہ جس میں بظاہر یقینی کامیابی کا راز بالکل مضمر تھا، ان کے پیش نظر یہ ہوا کہ واقعہ کربلا کے وقوع ہی سے صاف انکار کر دیا جائے یعنی پورا

پروپیگنڈا اس بات پر صرف کیا جائے کہ خلیفہ اسلام یزید بن معاویہ کی بیعت سے
حسین بن علی نے انکار کیا اور نہ وہ شہید کیے گئے۔ یہ تمام واقعہ محض ایک فسانہ
ہے جو فرقہ شیعہ کی طرف سے گھڑا گیا ہے اور اس کی اصلیت کچھ بھی نہیں، علامہ
ابن خلدون نے اس واقعہ ہائلہ کی عالمگیر شہرت و تواتر و اہمیت کو دیدہ و دانستہ
پس پشت ڈالتے ہوئے اسی تحریک میں چپکے چپکے سہارا لگایا مگر ان کی بدقسمتی سے
فن تاریخ و سیر و حدیث و تفسیر کے بڑے بڑے ائمہ ثقات اور اساطین اثبات
اسلام کے تاریخی ریکارڈ میں اس واقعہ کو چار دانگ عالم میں مشتہر کر چکے تھے
حتیٰ کہ غیر مسلم دنیا میں بھی اس کی ناقابل انکار شہرت پہنچ چکی تھی۔ اس لئے کسی پڑھے
لکھے ہوشمند اور ذی تمیز شخص کو ایسی خرافات نوازی کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ تیرہ
صدیاں گذرنے کے بعد دہلی میں [illegible] لے کر ایک حیرت زدہ شخص
نے جنم لیا جس نے عمر بھر اپنی ایڑی چوٹی کا زور اسی میں صرف کر دیا کہ کسی طرح
انکار شہادت کے دعوی میں جان ڈال سکے، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا اور آخر کار اس
گمراہ کا انجام وہی ہوا کہ فاخذناھم بغتۃ فاذاھم مبلسون، مرگیا
اور کف افسوس ملتا ہوا اپنے دل کی کبھی پوری نہ ہونے والی حسرت اپنے ساتھ
قبر میں لے گیا۔

۲۔ دوسرا نکتہ جو اس پروگرام میں پہلی تدبیر کے ناکام ہونے پر مجبوراً اختیار
بنایا گیا یہ تھا کہ جس طریقہ سے بھی کام چل سکے زیادہ نہ ہو تو کم سے کم خلیفہ اسلام
یزید بن معاویہ ہی کے دامن کو فرزند رسول کے خون ناحق کے دھبہ سے پاک و
صاف ثابت کیا جائے تاکہ ایوان خلافت سابقہ تک اس کی چھینٹیں نہ پہنچ سکیں

وہابی جماعت نے اس سعی لاحاصل اور حمایت باطل میں ناخنوں تک زور لگایا مگر ہر فرعونے را موسیٰ! خدا کی شان کہ خود حضرات محدثین و مورخین احناف و دیگر اصحاب ائمہ اربعہ و مشائخ کرام نے واقعاتی حقیقت سے خلیفہ مذکور کو تاریخ اسلام کے اس عظیم الشان واقعہ کا اصل بانی مبانی ہی ثابت کرنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ اہلسنت کے عقائد میں اس عقیدہ کو بھی داخل کر دیا کہ "الحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذالک واهانة اهل بیت النبی مما تواتر معناہ (الی ان قال) لعنة الله علیه وعلی اعوانه" یعنی حق بات یہ ہے کہ حسینؑ کے قتل سے یزید کا راضی ہونا اور اس پر اس کا خوش ہونا اور نبی کریمؐ کے اہلبیت کی توہین کرنا یہ ایسے واقعات ہیں جو معناً تواتر کی حد کو پہنچ گئے ہیں خدا لعنت کرے یزید پر اور اس کے معاونین پر (شرح عقائد نسفی علامہ تفتازانی)

اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:-

"چوں اشقیاء شام و عراق بگفتہ یزید پلید و تحریص رئیس اہل عناد ابن زیاد امام ہمام برادر کربلا شہید ساختند" غرضکہ یزید کی بیگناہی ثابت کرنے میں بھی معاندین بکلی عاجز و قاصر اور خائب و خاسر ہی رہے۔

۳- تیسرا اور آخری نکتہ جماعت مذکورہ کے پاس عالم یاس میں صرف اسقدر باقی تھا کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے تو بالآخر اس واقعہ عظیمہ سے آئندہ نسلوں کو ناواقف اور بے خبر رکھنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس مقصد میں کامیابی کی سہل ترین صورت یہ سمجھی گئی کہ مذہبی طور پر واقعات کربلا کے ذکر کو

حرام کر دیا جائے۔ یعنی اُن واقعات کا نہ کوئی ذکر کرے اور نہ کوئی ان کو سننے
کی طرف متوجہ ہو، اور اگر اتفاقاً اور قہراً کسی موقع پر ایسے ذکر سے اعراض
ناگزیر ہو جائے تو وہاں ایسے قیود و شرائط لازم کر دئے جائیں جن کی پابندی
خود بخود اس کی وقعت اور اہمیت کو کم کرنے اور انجام کار اس کو ناقابل التفات
قرار دینے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

راقم کی یاد اگر غلطی نہیں کرتی تو اس تجویز میں جس بزرگ کو تقدم کا شرف
حاصل ہے وہ حضرت امام غزالی ایک عالم جلیل القدر ہیں جن کے روشن دماغ
میں سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا۔ ان کا مشہور فتویٰ علامہ ابن حجر مکی نے
اپنی مشہور کتاب صواعق محرقہ میں ان الفاظ سے درج کیا ہے:۔

"ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسن والحسین
(الی قولہ) فانہ یہیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیہم" یعنی واعظ
اور غیر واعظ پر اُن واقعات کا بیان کرنا حرام ہے جو حسن و حسین
کے قتل کے متعلق ہیں، اور ان کے حرام کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے
ذکر کرنے سے صحابہ کرام سے دشمنی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا
لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اُن پر طعن و تشنیع کیا جائے۔"

امام صاحب ممدوح کا یہ فتویٰ اگرچہ شرعی حیثیت سے صادر ہوا تھا
مگر قدرتی اسباب کی بنا پر اس کا عام طور پر نفاذ نہیں ہو سکا جس کی بظاہر
ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ خود حضرات اہلسنت میں ایک بڑا گروہ خود ذریت
رسول کا دل سے معتقد اور "سید اشباب اہل الجنۃ" کی محبت

عظمت کو اپنا جزو ایمان سمجھا ہے۔ اس نے اپنے قول و عمل سے ہر زمانہ میں اس کی شدید مخالفت کی لیکن چودھویں صدی کی ابتدا میں فرقہ وہابیہ سے کچھ لوگ ہندوستان میں ایسے پیدا ہو گئے جنھوں نے عوام اہلسنت کو دھوکا دینے کے لئے بظاہر اہلسنت کے لباس میں اپنے کو پیش کیا تھا، لیکن در حقیقت ان کا مقصد یہ تھا کہ "شیعیت" کی رگِ حیات ہی کو قطع کر دیا جائے، تاکہ ناصبیت کو سنی کیمپ پر بلا شرکت غیرے پورا قبض و دخل حاصل ہو جائے۔ انھوں نے اس تحریک کو پوری قوت کے ساتھ چلانے کا بیڑا اٹھایا اور رفتہ رفتہ اس ملک کی فضا کو اپنے نصب العین کے موافق بنانے کے لئے سرگرمیاں شروع کر دیں

حسن اتفاق سے اس زمانہ میں سنی اور شیعہ کا مناظرہ شہر لکھنؤ میں جاری تھا جس میں اللہ کی مدد سے کامیابی ہوئی جو ان کا پیش خیمہ بن گیا۔ دیوبند کا ایک کور دل ناصبی جو شیعہ کے مناظروں میں شکست فاش اٹھا کر علمی ہتھیاروں کے ذریعہ سے شیعوں پر فتح پانے سے قطعی مایوس ہو چکا تھا اور جس کے دل و دماغ میں فطرتاً یہ خیال ایک مدت سے کروٹیں لے رہا تھا، انتہائی غم و غصہ اور غیظ و انفعال میں دانت پیستے ہوئے بے تحاشا اس میدان میں کود پڑا۔ اس نے اس سلسلہ میں اپنے چند ہم خیال ورسنی نما وہابیوں کو ساتھ لے کر ہندوستان کے مختلف مقامات کا چکر لگایا تاکہ سب سے پہلے عوام الناس کو کافی طور سے اغوا کرنے کے لئے نام نہاد "علمائے دین" کی ایک بڑی جماعت کی طرف سے اپنی خواہش کے مطابق ایک متفقہ فتویٰ

حاصل کر سکے۔

مذکورہ جدوجہد کا نتیجہ ہوا کہ تقریباً ایک سو بائیس مولوی صاحبان کے دستخطی فتوے حسب دلخواہ حاصل ہو گئے جن کو دسمبر ۱۹۱۱ء میں شیخ عبد الغنی صاحب نے آسی پریس میں چھپوا کر شایع کیا۔

یہ مجموعہ فتاویٰ جو "فتاوائے واجب العمل" کے نام سے موسوم ہے بڑے سائز کے آٹھ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ بناء استفتی "جامع الرموز" کی ایک عبارت ظاہر کیگئی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں "اذا اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابة لئلا یشابه بالروافض" یعنی جب کبھی واقعہ شہادت حسینؓ کو ذکر کرنے کا کوئی قصد کرے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ جس قدر صحابہ گذرے ہیں اُن سب کی شہادتوں کا اوّل ذکر کر لیا جائے تاکہ رافضیوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو سکے۔"

مستفتی نے اس پر یہ تفریع کی ہے کہ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بغیر ذکر مناقب خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ذکر مناقب و مصائب امام حسینؓ جائز نہیں ہو سکتا ہے؟

فرقہ مذکورہ کے علماء کی طرف سے جو سب کے سب علمائے اہلسنت ظاہر کئے گئے ہیں جس قدر جوابات دئے گئے ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) ذکر مقتل حسینؓ کے ساتھ فضائل صحابہ کا ذکر ضروری ہے تاکہ مطعنہ بعض صحابہ نہ پیدا ہو۔

(۲) صحابہ کرام کی شہادت سے بہ نسبت شہادت امام حسینؓ کے اہتمام

اور اہل اسلام کا نقصان زیادہ ہوا، اس لئے اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا
ذکر ہو تو پہلے صحابہ کا ذکر ہونا ضروری ہے۔

(۳) شہادت امام حسین کا ذکر کرنا روافض کا خاصہ ہے اسلئے انکی مشابہت سے
بچنے کے لئے صحابہ کی فضیلتوں اور ان کی شہادتوں کو بیان کرنا ضروری ہے۔

(۴) مناقب و مصائب امام حسین کے استماع سے خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ
کرام کے ساتھ بد اعتقادی پیدا ہو جاتی ہے اسلئے تنہا مناقب و مصائب
امام حسین کا ذکر اہلسنت کیلئے جائز نہیں ہو سکتا ہے (صفحات ۳ و ۴ و ۵)

(۵) جن مواقع میں روافض کی مجالس عزا ہوتی ہوں وہاں خلفائے ثلاثہ
کے فضائل کا بیان کرنا ضروری اور واجب ہے، اور ان اصحاب کی مدح میں
منفرداً و مجتمعاً قصائد وغیرہ پڑھنا بڑے ثواب کا کام ہے (صفحات ۶ و ۷ و ۸)

قبل اس سے کہ مذکرہ بالا فتاوی کے اہم نتیجہ پر نظر کیجائے، صاحب
جامع الرموز کی عبارت جس کو ایک سو بائیس مفتی صاحبان نے اپنا بنائے
استدلال قرار دیا ہے قابل غور و فکر ہے۔ بظاہر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبارت
میں ذکر حسین کو مطلقاً ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ کچھ شرائط کے ساتھ اس کا
جواز تسلیم کیا گیا ہے لیکن ادنی تامل کے بعد ہر اہل نظر کو ناگزیر اس نتیجہ پر پہونچنا
پڑتا ہے کہ ہوشیار اور دور اندیش مصنف نے تعلیق محال بالمحال کے طور پر اسکو
درحقیقت ناجائز اور قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ "ینبغی ان یذکر
اولاً مقتل سائر الصحابہ" کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔
ظاہر ہے کہ کسی صحابی کے قتل کے واقعہ میں حتی کہ خلفائے ثلاثہ میں جن حضرات

کہ شہادت کے درجوں پر پہونچایا گیا ہے۔ ان کے حالات مقتل میں بھی کوئی ایسا غیر معمولی انوکھا اور فقید المثال سانحہ عالم شہود میں نہیں آیا جس کو تاریخ اسلام میں کسی خاص اہمیت اور خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو، چہ جائیکہ "سائر الصحابہ" یعنی تمام کثیر التعداد صحابیوں کے قتل کے حالات میں قابل ذکر کوئی خصوصیت و ندرت بیان کی گئی ہو اور اگر بفرض محال ایسے حالات کا کہیں وجود ثابت کیا جاسکے تو ان ہزاروں صحابیوں کے حالات پر ہر شخص کا عبور حاصل کرنا بداہتاً محال ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نہ سائر الصحابہ کے مقتل کے حالات کا علم ہر شخص کو میسر آسکے گا اور نہ ذکر حسین کا کوئی جواز ہوگا۔

اب یہ امر حل طلب رہ جاتا ہے کہ مجموعہ فتاویٰ جو بظاہر اہلسنت کے علماء کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ آیا فی الحقیقت وہ انھیں عقائد پر مبنی ہے جو حضرات اہلسنت کے متفقہ اور مسلمہ ہیں یا ان کی بنا فرقہ خوارج و نواصب کے مسلک پر رکھی گئی ہے مفتی صاحبان نے جس قسم کے خیالی مواد پر اس عمارت کا ردہ رکھا ہے، بغور دیکھا جائے تو وہ سارا میٹیریل دو ہی چیزوں سے مرکب نظر آتا ہے۔

ایک یہ مفتی صاحبان نے مناقب و مصائب امام حسینؑ کو ناجائز قرار دینے کی وجہ یہ ظاہر کی ہے کہ ایسے ذکر سے خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ بد اعتقادی اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ شہادت امام حسینؑ کا ذکر کرنا روافض کا خاصہ ہے۔

یہ دونوں امور ایسے ہیں جو خود حضرات اہلسنت کے نزدیک بھی بدیہی البطلان اور صریح الفساد ہیں۔ اس لئے کہ پہلی وجہ میں ہرگز اہلسنت کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ حضرات خلفاء و صحابہ اور اہلبیت رسول کریم کے درمیان کسی قسم کی مخالفت تھی۔ چہ جائے کہ ایسی عظیم الشان مخالفت کہ خود وہی حضرات خلفاء و صحابہ اہل بیت رسول کے قتل و غارت کا سبب ہوئے ہوں، ورنہ مناقب و مصائب امام حسینؑ کے ذکر سے حضرات خلفاء ثلاثہ وغیرہ سے بد اعتقادی اور بغض پیدا ہونے کے کیا معنیٰ؟

اس منطق سے تو صاف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قتل حسین محض حضرات صحابہ کرام اور بالخصوص حضرات خلفاء ثلاثہ کی زبردست سازش کا نتیجہ تھا، اور بناءً علیہ اُن تمام مظالم کی جو کربلا میں اہل بیت رسول پر کیے گئے براہ راست ذمہ داری انھیں صحابہ کرام اور خلفاء عظام پر عائد ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ سوائے نواصب کے ہرگز کسی اہل سنت کا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اہل سنت کے نزدیک ایسا وہم و گمان کرنا گویا صحابہ کرام پر سخت بہتان رکھنا اور ان پر ناپاک حملہ کرنا ہے، اور یقیناً ایسے قائل کے لئے دار السنن میں جگہ نہیں مل سکتی۔

دوسری وجہ بھی بنیانِ مذہب اہل سنت کا قلع و قمع کرنیوالی ہے، کیونکہ ذکر اہل بیت کو روافض سے مخصوص کرنے کے جھکے ہوئے

"کتاب چودہ معصوم" جسے علامہ محمد احسن، کامون پوری کا زیر دست

معنی یہ ہوتے ہیں کہ اہلسنت کو عقیدۃً و عملاً اہلبیت سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی سُنی سُنی نہیں رہ سکتا۔

دنیا کو معلوم ہے کہ سنیوں کا صحیح مذہب وہ ہے جس کو تحفہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

"اجماع اہل سنت برآنکہ محبت اہل بیت بر ہر مسلم و مسلمہ فرض و لازم و داخل در ارکان ایمان ست" پھر فرماتے ہیں کہ "باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی ایں حدیث ثابت است کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ ترجمہ۔ ہر آئینہ میگذاشتم در شما دو چیز گرانقدر انچہ اگر گرفتید باں ہر گز گمراہ نشوید بعد من یکے ازاں ہر دو بزرگ تراست از دیگر قرآن شریف و اولاد از اہل بیت من پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ است۔ پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است، و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین"

اس کے علاوہ قطع نظر اس کے کہ شہادت امام حسینؑ کو سبے

پہلے خود رسول کریمؐ نے بذریعہ وحی الٰہی بطور پیشگوئی اپنی احادیث میں بیان فرمایا۔ تمام اکابر محدثین و مورخین، و مشائخ کرام و علمائے اعلام اہلسنت جنھوں نے کتب صحاح و سنن و مسانید و تاریخ و تفسیر میں اس شہادتِ عظمیٰ کو بدون ذکر فضائل و مناقب حضرات صحابہ کے بیان کیا ہے؛ وہ سب کے سب اس مفروضہ کی بنا پر رافضی قرار پاتے ہیں۔ ولا یرضی بہ احدٌ من اہل السنۃ والجماعۃ۔

غرضکہ اس تحریک مدح صحابہ نے صاحب جامع الرموز کے اس رمز کو، اور مفتی صاحبان اور ان کی امت کے اس راز سربستہ کو اپنی تصریحات قولی و فعلی سے بالکل بے حجاب کردیا کہ اُس کا اصل مقصود ذکر حسینؑ کو بند کرنا ہے۔

اب حضرات اہلسنت غور فرمائیں کہ اہلبیت رسولؐ اور صحابہ کرام کے درمیان ایسی شدید مخالفت اور باہم بغض و عناد ثابت کرنے اور سنیوں کو اہلبیت رسول کی کھلم کھلا مخالفت پر برانگیختہ کرنے کے بعد جسکی سعی چند خوارج و نواصب کی جانب سے لکھنؤ کی سرزمین میں مدح صحابہ کے پردہ میں کیجارہی ہے۔ آیا کسی طرح مذہب اہلسنت دنیا میں باقی رہ سکتا ہے؟

خدا ہر مسلمان کو اسکی توفیق دے کہ وہ دوست و دشمن میں تمیز کریں اور اپنے فنا ہونے سے پہلے ہوش میں آجائیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

مدح و تبرا کا کچا چٹھا --- ۱؍ مع محصول

مدح صحابہ کے متعلق بخاری شریف کا مطالعہ

(۱) حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا، پھر (قیامت کے دن) میرے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا، کچھ تو دائیں جانب کچھ بائیں جانب، بائیں طرف والے دوزخی ہوں گے۔ ان کے بچانے کے لئے میں کہوں گا، یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ حکم ہو گا کہ تمھاری جدائی کے بعد یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے پلٹ گئے تھے۔"

(ترجمۃ البخاری کتاب الانبیاء جلد دوم مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی صہ ۱۷۵)

(۲) اس روز میرے بعض صحابیوں کو بائیں جانب والی قطار کی طرف کھینچا جائے گا یعنی دوزخیوں کی قطار میں۔ میں کہوں گا یہ تو میرے صحابی ہیں۔ کھینچنے والا کہے گا، آپ کے جدا ہونے کے بعد یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے لوٹ گئے تھے۔

(ایضاً جلد دوم صہ ۱۸۱)

(۳) میری امت کے کچھ آدمیوں کو لایا جائے گا، اور پکڑ کر بائیں طرف دوزخ کو لیجایا جائے گا۔ میں کہوں گا، الٰہی یہ تو میرے صحابی ہیں۔

حکم ہو گا تم واقف نہیں ہو کہ تمھارے بعد انھوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کی تھیں الخ۔ (جلد دوم کتاب التفسیر صہ ۱۷۴)

مدح ثلثہ کرنیوالوں کیلئے بارگاہ رسالت سے عبرت انگیز اصلہ

اور صحابی جلیل القدر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے

حکم رسولؐ کی تعمیل

"ایک شخص حضرت عثمانؓ کی تعریف کرنے لگا۔ حضرت مقدادؓ دو زانو ہو کر بیٹھے کیونکہ بڑے پیٹ کے آدمی تھے۔ دو زانو بیٹھ کر اُس کے منہ پر لپوں سے کنکریاں بھر کر ڈالنی شروع کیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیا بات ہے؟ حضرت مقدادؓ نے کہا حضور اقدسؐ نے فرمایا ہے کہ جب مدح کرنے والوں کو مدح کرتے دیکھو تو لپ بھر کر اُن کے منہ پر مٹی ڈالو" (ہمام بن حارث)

(ترجمہ صحیح مسلم شریف جلد دوم کتاب الزہد مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی صفحہ ۶۳۲)